باب۔۷

تمہید

فص اسماعیلیہ

Siddiqui Publications

فقیر مترجم اس فص کے ترجمے سے پہلے چند مسائل بیان کر دیتا ہے جن سے اصل فص کے سمجھنے میں سہولت ہو گی۔

اللہ کا لفظ کبھی ذاتِ حقہ کے معنیٰ میں اطلاق کیا جاتا ہے کبھی مجموعہ کمالات وصفات وشانِ موثرہ یا ربوبیہ میں۔ ذاتِ حقہ بسیطِ محض ہے (بالفعل نا قابل تقسیم ہے)۔ وجود بمعنیٰ مابہ الموجود یہ اس کا عین ہے۔ کسی ممکن، کسی مخلوق کو اس مرتبے تک رسائی نہیں۔۔۔ نہ اس کا کوئی مظہر ہے، نہ اس کے مقابل کوئی ہے۔ اس مرتبے میں نہ رب ہے نہ عبد۔

کبھی اسم اللہ بمعنیٰ ذات مستجمع صفات کمالیہ تمام مخلوقات واعیان ثابتہ پر موثر ہے۔ تمام اعیانِ ثابتہ اس سے متاثر و منفعل ہیں (اثر قبول کرتے ہیں)۔ اس کے مظہر و مرآت ہیں۔ چوں کہ اسم اللہ تمام اسما کا اجمال اور سب کو حاوی و شامل ہے اور تمام اسما اسی کی تفصیلات ہیں، اس لیے اسم اللہ {بمعنیٰ شانِ الوہیت} کا مظہر عین الاعیان یا عینِ کلی یا عینِ محمدی ہے۔ وہ تمام اعیان کو شامل ہو گا اور تمام اعیان اس کی تفصیل ہوں گے۔

یہ عین الاعیان جب موجود فی الخارج ہو گا تو خلیفہ ہو گا، اور سب پر حاکم رہے گا۔ وہی انسانِ کامل ہو گا۔ انسانِ کامل کا ہر زمانے میں ہونا ضروری ہے (کہ) جس میں شانِ خلافت ہو گی۔

انسانِ کامل کے دو درجے ہیں:

۱۔ انسانِ کامل بالذات، جو ساری خدائی میں ایک اور باعثِ ایجاد خلق اور عین الاعیان ہے۔ وہ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲۔ انسانِ کامل بالعرض، جو ہر زمانے میں ہوتا ہے، زیرِ پرتو محمدی رہتا ہے، (چاہے) اُس زمانے کا پیغمبر {قبل ظہورِ محمدی} ہو، یا غوث یا قطب الاقطاب {بعد ظہورِ محمدی} ہو۔ اور نظر الٰہی اسی پر رہتی ہے۔ جب "انسانِ کامل" دنیا میں نہ رہے گا تو قیامت برپا ہو جائے گی، اور تمام تجلیاتِ الٰہی عالم آخرت میں منتقل ہو جائیں گے۔

معلوم رہے کہ کسی چیز کا صرف معلوم ہونا اس کے موجود ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ علم کے ساتھ قدرت ملتی ہے تو وہ چیز مخلوق و حادث ہوتی ہے۔

عین الاعیان پر جس کی تفصیل تمام اعیان ہیں اسم اللہ کی تجلی ہوتی ہے جو جامع ہے تمام اسما و صفات کو۔ ہر ایک عین ثابتہ پر اسما کی خاص تجلی ہوتی ہے جس طرح ایک عین ثابتہ دوسرے عین ثابتہ سے ممتاز ہے، اسی طرح ایک تجلی دوسری تجلی سے ممتاز ہے۔ صوفیہ کے محاورے میں تجلیِ الٰہی کو رب اور عین ثابتہ کو مربوب کہتے ہیں۔

ہر عین کا رب بھی دوسرے عین کے رب سے ممتاز ہے۔ عین الاعیان کا رب، رب الارباب ہے۔

یہ تجلیات یا رب کیا ہیں ـ ـ ؟ معلوم الٰہی و اسماے الٰہی کے درمیان نسبت و اضافات ہیں ۔ اسماے الٰہی خود اضافات و انتزاعیات ہیں۔

بہر حال عین ثابتہ اور تجلی میں، جو اس کو نمایاں کرے گی اور جس کو یہ لوگ رب کہتے ہیں، توافق و تطابق ہے (یعنی موافقت اور مطابقت ہے)۔ جیسا عین ویسا ہی اس کا رب اور جیسا رب ویسا ہی اس کا عین و مظہر۔ ہر تجلی اپنے مظہر کو چاہتی ہے اور ہر مظہر اپنے رب کو، جو تجلی خاص ہے، چاہتا ہے۔ اگر وہ تجلی، جو کسی عین سے خاص ہے، نہ ہو تو وہ عین موجود ہی نہ ہو گا۔ مخلوق ہی نہ ہو گا۔ اگر یہ عین نہ ہو گا تو اس سے وہ اسم الٰہی، جو خاص ہے اور اس کا رب ہے، بے اثر ہو گا۔ بے مظہر ہو گا۔ عین اپنے رب سے اثر لینے کے لیے راضی ہے اور چوں کہ وہ اسم و تجلی ورب بے اثر و مظہر ہو جاتا، اگر یہ عین نہ ہوتا۔ لہٰذا اس کا رب اس سے راضی ہے اور وہ اپنے رب کے پاس مرضی و پسندیدہ ہے۔ ایک عین ضروری نہیں کہ اپنے رب کے سوائے دوسرے اعیان کے ارباب سے راضی یا ان کے پاس مرضی ہو۔ صرف عین الاعیان سے، تمام ارباب سے راضی اور وہ ان سے راضی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سب کا تجلی گاہ ہوتا ہے، اور کسی سے اس کو انکار نہیں کیوں کہ وہ اللہ بمعنیٰ رب الارباب کا مظہر اتم ہوتا ہے۔

ہر ایک عین اپنے رب سے متاثر اور منفعل ہوتا ہے۔ عین کی طرف سے فعل و تاثیر نہیں۔ فعل و تاثیر رب کا کام ہے۔ لہٰذا جو افعال عین سے نمایاں ہوتے ہیں وہ فی الحقیقت اس کے رب کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک اپنے افعال و تاثیرات سے راضی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر عین سے جو افعال نمایاں ہوتے ہیں ان سے اس عین کا رب راضی ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس عین کا رب، اس عین سے وہی نمایاں کرتا ہے جو اس کے لائق، فطرت کے مناسب، اور اس کی طبیعت کا مقتضا ہوتا ہے ـ ـ مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ [(یعنی) زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں جس کی چوٹی خدا کے ہاتھ میں نہ ہو، میرا رب تو سیدھی راہ پر ہے (یعنی وہ جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے)۔ (ھود:۵۶)]۔

سہیلؒ بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں۔ ان للربوبیۃ سرا وھو انت لو ظھر لبطلت الربوبیۃ، (یعنی) ربوبیت کا ایک سر ہے، جو تُو ہے، تیرا عین ہے۔۔۔ اگر وہ سر یعنی عین زائل ہو جائے تو ربوبیت بھی نہ رہے۔ مگر عین تو باطل نہیں ہو سکتا، تو ربوبیت بھی باطل نہیں ہوتی۔ عین اس لیے باطل نہیں ہو سکتا کہ وہ معلوم الٰہی ہے۔ معلوم کے بطلان (یا جھٹلانے سے) سے علم باطل (اور جھوٹا) ہو گا جو مستوجب جہل واجب ہے (جہالت کا مجرم ٹھیرتا ہے)۔۔۔ تو نہ عین باطل ہو سکتا ہے نہ اس کے رب کی ربوبیت ہی باطل ہوتی ہے۔

جب ہر ایک اپنے رب سے راضی ہے اور ہر ایک سے اس کا رب راضی ہے تو یہ تکلیف و رنج کیسا۔۔۔؟ اور عذاب و ثواب، رحمت و غضب کیسا۔۔۔؟ بات یہ ہے کہ تکلیف دو طرح پر ہے۔ ایک مخالفِ لذت و راحتِ عام۔ دوسری مخالفِ عین۔۔۔ مخالفِ عین میں نہ رنج ملتا ہے نہ راحت۔ اگر عین کا تقاضا رنج ہو اور راحت کو" آتی" فرض کریں تو وہ عین معدوم ہو جائے گا۔ بقاے وجودِ عین، عین راحت اور اصل راحت ہے۔ بوڑھے کی آنکھوں سے برابر نظر نہیں آتا۔ ہاتھ پاؤں کام نہیں دیتے مگر جینے کی ہوس اس کو بھی ہے۔ قتل کی سزا سے قید بامشقت ہزار بار بہتر۔ متقی کا اپنے نفس کو لذت سے روکنا کیا عذاب نہ تھا۔ پھر اس کو راحت ملی ہے تو عذاب کے بعد۔ عاصی کی آزادی ایک راحت تھی جس کے بعد تکلیف پہنچی۔ راحت، بعد تکلیف۔۔۔ اور تکلیف، بعد راحت دونوں برابر ہیں۔۔۔ واہ! ایک کی تکلیف محدود ہے اور راحت غیر محدود، اور دوسرے کی راحت محدود اور تکلیف غیر محدود۔۔۔ نہیں جناب۔! دنیا کی پوری زندگی کا انلارجمنٹ(enlargement) آخرت کی زندگی ہے۔ نہ کچھ کم نہ کچھ زیادہ ہے۔

(کیا) عذابِ آخر سے دوزخیوں کو نجات بھی ہے۔۔۔؟ اس میں علما کے مختلف خیال ہیں۔ بعض علماے تصوف اور شیخ ابن العربیؒ کا قول ہے کہ کفار جنت میں تو نہیں جائیں گے مگر 'احقاب' یعنی زمانۂ عظیم گذرنے اور ' مکثِ طویل' یعنی مدتِ دراز رہنے کے بعد خداے تعالیٰ کا حُبِ ذاتی، غضبِ عارضی پر غالب آئے گا۔ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ [(یعنی) (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟) کا جواب، بَلَىٰ (کیوں نہیں۔ ہاں)، (الاعراف:۱۷۲)] کہنا کام آئے گا۔ دوزخیوں پر ان کا عینِ ثابتہ کھل جائے گا۔ قدم رحمان دوزخ میں رکھے جائیں گے اور دوزخ قط قط (یعنی رک جاؤ، رک جاؤ) کرے گی۔ سبقت رحمتی علی غضبی [(یعنی) میری رحمت میرے غضب پر غالب ہو گی] کا ظہور ہو گا۔ شجرۃ الجرجیر اُگے گا [(یعنی) دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے والی ہریالی اُگے گی اور] عذابِ جہنم نعیم خاص سے مبدل ہو جائے گا۔

بعض حضرات کا خیال ہے (کہ) عینِ ثابتہ میں علم صحیح تھا ہی نہیں۔ ہوتا تو دنیا میں اس کا ظہور ہوتا۔ دنیا میں علم صحیح اور نورِ ایمان نہ تھا تو آخرت میں انکشاف کی صورت آتی کہاں سے۔۔؟وَمَن كَانَ فِي هَـٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا [(یعنی) اور جو اس دنیا میں دل کا اندھا تھا تو وہ آخرت میں بھی دل کا اندھا ہوگا، اور وہ بہت ہی گم کردۂ راہ ہوگا (بھٹکا ہوا ہوگا)، (الاسراء:۷۲)]۔ جہلِ دائمی کا نتیجہ عذابِ ابدی ہے۔ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا [(یعنی) یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے، (الاحزاب:۶۵ اور کئی اور آیات میں)]۔ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا [(یعنی) ہم ان کی کھال کو دوسری کھال سے بدل دیں گے، (النساء:۵۶)]۔ ایک حالت جاتی ہے (تو) دوسری حالت آتی ہے مگر انکشاف کی کوئی صورت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب، (اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

کیا وعدہ خلافی اور خُلفِ وعد، یا خُلفِ وعید اور دھمکی کا خلاف کرنا، گناہ کو معاف کر دینا درست ہے۔۔؟ وعدہ خلافی عیب ہے جو خدا کے لیے درست نہیں۔ خُلفِ وعید و معافی، صفاتِ حمیدہ سے ہے جو رحمت کا تقاضا ہے، جو خدائے تعالیٰ سے درست ہے۔ بلکہ اس سے کمالِ راحت نمایاں ہوتا ہے۔ کیا خُلفِ وعید خلافِ خبرِ وعید و کذب نہیں ہے۔۔؟ نہیں، تمھارے سمجھنے کی غلطی ہے۔ وعید میں خبرِ استحقاقِ عذاب ہے نہ کہ خبرِ عذاب۔